مکۃ المکرمہ کی خصوصیت اور دور جدید وقدیم میں مکہ کی شان (ایک تجزیاتی مطالعہ)

The characteristics of Makkah Mukarmah and the glory of Makkah in modern and ancient times (an analytical study)

Dr. Hafiz Muhammad Ibrar ullah

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The University of Azad Jammu & Kashmir, Muzaffarabad

Email: hafizibrar87@gmail.com *ORCID: https://orcid.org/0000-0001-6753-4582*

Ms. Rizwana Kousar

Lecturer, Department of Islamic Studies, The University of Azad Jammu & Kashmir, Muzaffarabad.

Email: rizwanakousar94@gmail.com *ORCID:*

Dr. Seema

Lecturer, Department of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto Women University Peshawar.

Email: seemamahdais@gmail.com *ORCID: https://orcid.org/0000-0002-7857-6929*

ABSTRACT:

The land of Makkah was created by the creator of the universe two thousand years earlier than the beginning of the other parts of the earth, he built its foundations up to the seventh land, It is placed in the midpoint of the earth, its honor has always been there even the polytheists of Makkah considered and respected Makkah. Makkah is in the shape of a diamond, the average temperature here is warm and dry, and winds blow from different directions. The Imams are convinced that the veneration of Makkah is better than the cities of the whole world, but even more than Madinah. The first revelation to the Holy Prophet came in this city, history is a witness that not simply in the earliest times but also in the modern era, there is no such blessed and populated city anywhere in the world. It is significant that no one in history has ever claimed that Makkah belonged to them or to any of their ancestors.

Keywords:

Glory, Veneration, Makkah, Characteristics, People.

تعارف: مکہ کو مکہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں لوگوں کا اژدہام ہوتا ہے ہر طرف سے لوگ آرہے ہوتے ہیں، ایسا بھی ایک قول ہے کہ ہر طرف سے لوگ عبادت کے لئے آتے ہیں، اسی وجہ سے اس کو مکہ کہتے ہیں، اس بلد امین کو مکہ کے نام سے پکارنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ جابروں کو ہلاک کر دیتا ہے، ان کا غرور و تکبر خاک میں ملا دیتا ہے۔

مکہ معظمہ کو بکہ بھی کہا جاتا ہے بلکہ یہ کہا جائے تو ٹھیک ہوگا کہ میم کو باء کی جگہ پر تبدیل کیا گیا ہے کلام عرب میں اس کے نظائر بکثرت ملتے ہیں کہ میم کو باء سے بدل دیتے ہیں اور اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ مکہ کا دوسرا نام بکہ ہے۔[1]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَرَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِيْنَ﴾.[2]

ترجمہ: بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا اولین گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ (مکرمہ) میں ہے جو ساری دنیا کے لئے برکت وہدایت والا ہے

مکہ ایک بابرکت شہر ہے، جہاں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نعمت کی فراوانی قائم رکھی ہے، اس مقام کو عزت نوازی ہے، مکہ کی شان یہ ہے کہ اس کا نام اُم القریٰ، بیت العتیق، بلد الامین، مکہ، وادی غیر ذی زرع، اور بہت سارے نام رکھے گئے ہیں، اسی طرح مکہ میں چونکہ آدمی کثرت کی وجہ سے دھکیلتے ہیں اور دھکیلنے کو عرض میں بک کہتے ہیں، اسی وجہ سے اس کا نام بکہ پڑ گیا۔[3]

مکۃ المکرمہ وہ معروف و مشہور اور برکت والی جگہ ہے، جس کو نہ صرف دین اسلام میں اہمیت حاصل ہے بلکہ ادیان سابقہ میں بھی مکۃ المکرمہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں یہاں کے رہنے والے بلند پایہ تمدن اور شاندار تہذیب کے مالک رہے ہیں۔

شہر صنعاء کے بروج عالیشان اور مآرب کے حوض تعجب خیز اور حیرت افزاء حمیر کے بادشاہوں نے بنائے تھے جو صنائع معماری سے آراستہ تھے، مکۃ المکرمہ نے ان دونوں شہروں کی زیب وزینت کے آفتاب کو کسوف لگادیئے، کیونکہ وہ بادشاہوں نے بنائے تھے، اور مکۃ المکرمہ انبیاء کرام نے بنایا تھا۔ مکۃ المکرمہ بحر قلزم کے نزدیک تھا، زمین پتھریلی پانی کھاری تھی، طائف یہاں سے ستر میل کے فاصلے پر تھا، جہاں کے انگور یہاں بکنے آتے تھے۔ اس شہر مکہ کی حکمران قوم قریش تھی، جو اور قوموں میں ممتاز اور نامور تھی، سرزمین عرب میں ان کی شجاعت کی دُھوم تھی۔[4]

مکہ مکرمہ کے مکانات فروخت کرنا اور کرائے پر دینا

أخبرنا أبو حنيفة عن عبد الله ابن أبي زياد عن ابن أبي نجيع عن عبد الله ابن عمرو رضي الله عنهما عن النبي ﷺ قال: من أكل من أجور بيوت مكة شيئا فإنما يأكل

نارا، وكان أبو حنيفة يكره أجور بيوتها في الموسم، وفي الرجل يعتمر ثم يرجع، فان المقيم والمجاور فلا يرى يأخذ ذلك منهم باسا، قال محمد وبه نأخذ.[5]

ترجمہ: حضرت امام محمد رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں، ہمیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خبر دی، حضرت عبداللہ ابن ابی زیاد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن ابی نجیح رحمہ اللہ سے اور وہ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت محمد ﷺ سے نقل کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے مکہ مکرمہ کے مکانات میں کچھ بھی بیچا وہ آگ کھاتا ہے، اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ موسم حج میں مکہ مکرمہ کے مکانات کا کرایہ لینا مکروہ جانتے تھے، اسی طرح جو عمرہ کرکے واپس چلا جائے، البتہ جو لوگ وہاں مقیم ہیں، تو ان سے کرایہ لینے میں آپ کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہم اسی بات کو اختیار کرتے ہیں، حضرت امام ابو یوسف، شافعی، احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مکہ مکرمہ کی زمین بیچنا اور کرائے پر دینا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

قرآن میں مکہ مکرمہ کو ام القرای کہنے کی وجہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں

﴿وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ﴾.[6]

ترجمہ: اور تاکہ آپ (اس کتاب) کے ذریعے سے شہروں کی ماں (مکہ) اور جو اس کے ارد گرد ہیں، اُن کو ڈرائیں۔ اور آخرت پر جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ لوگ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

یہ کتاب اس لئے نازل فرمائی کہ اس قرآن کے ذریعے جو لوگ مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں، اور جو اس کے گرد ونواح میں رہتے ہیں، اُن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پکڑ سے ڈرائیں، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں "اُم القریٰ" درحقیقت کسی بستی کی جڑ اور اس کی اصل کو کہتے ہیں جس وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پانی سے زمین کو بنایا تو سب اولین جگہ یہی کھلی تھی۔ اس وجہ سے مکہ مکرمہ کو "ام القریٰ" فرمایا، اس کے آس پاس ارد گرد سے مراد عرب ہیں اس لئے کے روئے زمین پر قرآن مجید کے اولین مخاطب عرب ہی تھے۔ پھر ان کے ذریعے سے دنیا کے باقی لوگوں کو دعوت دی گئی، تمام عرب کا دنیاوی اور دینی مرجع مکہ معظمہ ہی تھا، اور جغرافیائی طور پر اگر دیکھا جائے تو قدیم دنیا کے وسط میں

مرکز کی طرف واقع ہے۔ مکہ کو "ام القریٰ" اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ روحانی مرکز ہے اور یہاں روح کی سیرابی ہوتی ہے، مکہ مکرمہ عالم دینا کی تہذیب کا سنگم تھا، بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ جو قدیم جغرافیہ ہے، اس لحاظ سے مکہ مکرمہ زمین کے بالکل درمیان میں واقع ہے، اور اس کے ایک طرف کلدانی، ہندی، اور ایرانی تہذیب تھی، جب کہ دوسری طرف یونانی، مصری، اور رومی تہذیب تھی۔[7]

مکۃ المکرمہ کو ام القری اس لئے کہتے ہیں کہ یہ زمین کی ناف ہے اور اہل قریٰ کے لئے قبلہ ہے اور شان میں سب سے بڑھ کر ہے، اور اس لئے کہ لوگ اس کا قصد کر کے جاتے ہیں۔ [8]

مکہ مکرمہ کے ظاہری اور باطنی برکات

مکہ مکرمہ کے برکات باطنی اور ظاہری طور پر دونوں ہیں، مکہ اور اس کے اس کے ارد گرد سارے بنجر زمین اور خشک ریگستان ہونے کے باوجود اس میں ہر دور میں ہر طرح کے ترکاریاں اور پھل اور تمام ضروریات زندگی مہیا رہتی ہیں یہ صرف مکہ میں رہنے والوں کے لئے نہیں بلکہ اطراف عالم سے آنے والوں کے لئے کافی ہو جاتی ہیں اور آنے والوں کا حال دنیا کو معلوم ہے کہ حج کے ایام میں لاکھوں انسان اطراف عالم سے جمع ہوتے ہیں جن کی مردم شماری اہل مکہ سے پانچ گنی ہو جاتی ہے۔ یہ ہجوم عظیم مکہ میں دو چار روز نہیں رہتا، بلکہ مہینوں رہتا ہے۔ موسم حج کے علاوہ بھی کوئی وقت ایسا نہیں آتا جس میں باہر سے ہزاروں انسانوں کی آمد ورفت نہ رہتی ہو، پھر خاص موسم حج میں جب کہ وہاں لاکھوں انسانوں کا مجمع ہوتا ہے کبھی مشاہدے میں نہیں آیا کہ اشیائے ضرورت ختم ہو گئیں یا ملتی نہیں۔ [9]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾.[10]

ترجمہ: (ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بُت پرستی سے بچائے رکھ۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی سے دعا مانگی، کہ اے رب کائنات، اس شہر مکہ مکرمہ کو ایسا امن اور سکون والا شہر بنادے تاکہ یہ محفوظ و ممنون شہر ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شرف قبولیت بخشی، اور اللہ تعالی نے مکہ مکرمہ کو ویران ہونے سے محفوظ فرمایا ہے، کہ اس میں نہ سبزہ کاٹا جائے، نہ کسی پر ظلم کیا جائے، نہ وہاں شکار مارا جائے، نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے۔[11]

بعض محققین یہ خیال کرتے ہیں کہ پُرانے تاریخی ادوار میں عرب میں پانی اور سبزی کی قلت نہیں تھی، بلکہ یہاں کی زمین سے نمی برفانی ادوار کے بعد رفتہ رفتہ اڑتی گئی، اور خشک صحرا پھیلتے گئے، جبکہ اکثر محققین اس نظریئے کو بھی رد

کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اس جزیرہ کی آب و ہوا میں کوئی معتدل تبدیلی واقع نہیں ہوئی، البتہ انتظامی بے اعتنائی کی وجہ سے صحرا کی وسعت میں ضرور اضافہ ہوا ہے۔ قرآن کریم میں وادی غیر ذی ذرع کا مطلب وہ مقام ہے، جہاں پر اب مکہ مکرمہ ہے اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسی دعا کا ثمرہ ہے کہ بہار، ہو، یا سردی اور خزاں ہو، یا گرمی کی مختلف فصلوں کے میوے وہاں ہر وقت موجود ملتے ہیں۔ دنیا کی ہر نعمت، پھل، پھول، بغیر کسی موسم کے مل جاتے ہیں۔ اس دعا کی تاثیر میں یہ کچھ تھا کہ مکہ مکرمہ میں اس وقت کوئی پھل دار درخت نہیں تھا، مکہ کیسر زمین بے آب و گیاہ تھی، لیکن بفضل اللہ اب دنیا کی ہر نعمت کی فراوانی ہے ایام حج میں اور بھی فراوانی ہو جاتی ہے۔ سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے پہلی دعا (امن والا شہر بنادے) یہ اس وقت مانگی جب حضرت حاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم پر چھوڑ کر چلے گئے تھے[12] ۔ [13]

حضرت محمد ﷺ کی مکہ مکرمہ سے محبت

نبی کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ سے دلی محبت تھی حضرت عبداللہ بن عدی بن الحمراء سے روایت ہے کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کو اونٹ پر سوار الحزورہ (حرم شریف کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس کا نام الحزورہ ہے) کے مقام پر دیکھا، نبی ﷺ مکہ مکرمہ سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عدیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ مکہ میں حزورہ پر کھڑے تھے اور مکہ سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے: خدا کی قسم! تو اللہ کی زمین میں سب سے بہتر جگہ ہے، اور اللہ کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اور اگر مجھے یہاں سے نکلنے اور ہجرت کرنے پر مجبور نہ کیا گیا ہوتا، تو میں ہر گز تجھے چھوڑ کے نہ جاتا۔[14]

مکہ مکرمہ میں داخل ہونا سعادت ہے اور خوش نصیب لوگوں کو یہاں کی زندگی نصیب ہوتی ہے، جن کی نظریں بیت اللہ پر لگتی ہیں، اس سے بڑھ کر اور خوشی کیا ہو سکتی ہے۔ اگرچہ مکہ مکرمہ سے نکلنا حقیقت میں ہو یا حکمی ہو، دنیاوی مقصد کے لئے ہو، یا دینی غرض سے ہو، مگر مومن کے دل میں محبت ہونی چاہیئے، اور حتی الامکان کوشش کرنی چاہیئے کہ مکہ کو نہ چھوڑا جائے۔[15]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے فرمایا، "تم کتنی پیاری سرزمین ہو اور مجھے کتنی عزیز ہو اور اگر یہ نہ ہوتا کہ میری قوم نے مجھے تم سے نکال دیا تو میں تمہارے علاوہ کسی اور میں نہ رہتا"۔[16]

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے،

﴿لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ * وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ﴾.[17]

ترجمہ: میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں، اور آپ اس شہر میں مقیم ہیں

مکہ مکرمہ کو یہ عظمت نبی کریم ﷺ کی وجہ سے ملی ہے[18]۔ اللہ تعالی نے قسم کو اس شہر مکہ سے جس کا نام "بلدِامین" اور "بلدِ حرام" ہے اس کے ساتھ مُقیّد فرمایا ہے اور جب سے نبی کریم ﷺ نے اس مبارک شہر میں نزولِ اجلال فرمایا اس وقت سے یہ شہر معزز و مکرم ہو گیا۔[19]

بکہ اور مکہ میں فرق

اسم مبارک مکہ اور بکہ میں فرق ہے مکہ خاص اس شہر کو کہتے ہیں جب کہ بکہ جبل ابی قعبیس اور جبل قیعقعان کے درمیان کا علاقہ ہے جب کہ حرم شریف کا اطلاق نہ تو بکہ پر ہوتا ہے اور نہ مکہ پر ہوتا ہے۔ بلکہ حرم شریف نے مکہ مکرمہ کو ہر سمت سے گھیرا ہوا ہے[20]۔ حضرت امام مالکؒ، حضرت امام نخعیؒ، حضرت امام مقاتلؒ کے مطابق بکہ وہ مخصوص مقام ہے جہاں پر طواف کیا جا سکتا ہے۔ اور اسی وجہ سے طواف صرف حرم ہی کے اندر جائز ہے باہر جائز نہیں ہے، کیونکہ باہر کا حصہ مکہ میں شمار ہوتا ہے۔ امام زہریؒ اور امام ابراہیمؒ کے مطابق بیت اللہ شریف اور اس کے ارد گرد کا علاقہ تو بکہ ہے باقی تمام شہر مکہ ہے، یہ روایت بھی ہے کہ بکہ تو صرف بیت اللہ ہے اور جہاں تک حدود حرم ہے وہ سارا مکہ ہے۔[21]

مکہ مکرمہ حضرت اسماعیلؑ کے دور میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو زمین پر بہت خوبصورت طریقے سے آباد کیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت حاجرہ علیہاالسلام کے بعد پہلے پہل قبیلہ بنو جرہم[22] مکہ مکرمہ میں آباد ہوا۔ حضرت حاجرہ علیہاالسلام زمزم کے پانی پر پانچ دن گزارہ کرتی تھیں، اور اسی پانی کو غذا کے طور پر بھی استعمال کرتی تھیں، عمالقہ کے دو نوجوان اپنے گمشدہ اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے جبل ابی قبیس کی طرف آئے، جب ان کی نظر پانی پر پڑی تو یہ لوگ بے حد خوش ہوئے، اور اپنے قبیلہ جرہم کے لوگوں کو خبر سنائی، جب قبیلہ جرہم کے لوگ آئے تو وہاں پر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت حاجرہ علیہاالسلام کو جلوہ افروز پایا، قبیلہ جرہم کے شرفاء نے عرض کی، کہ ہمارے پاس پانی ختم ہو چکا ہے، لہٰذا ہمیں یہاں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں، حضرت حاجرہ علیہاالسلام نے ان کی درخواست کو قبول کیا، اور یہ لوگ یہاں پر قیام پذیر ہوئے۔[23]

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالی نے قبیلہ جرہم اور عمالقہ کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا، پھر بعض نے ایمان کو قبول کیا اور بعض نے قبول نہیں کیا۔[24] حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وصال کے بعد جانشینی اور خلافت ان کے بڑے بیٹے "نابت" کے سپرد ہوئی، یہ بڑے عظیم الشان اور جلیل القدر آدمی تھے، ان کی ننھیال حضرت حاجرہ علیہا السلام مصری تھے، جبکہ اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل کے شہر "ار" کے باشندے تھے، یہی وجہ تھی کہ ان دونوں عظیم مملکتوں کے جو تجارتی قافلے ہوا کرتے تھے وہ مکہ میں قیام کیا کرتے تھے جس کے باعث مکہ مکرمہ دنیا کا عالمی شہر بن گیا۔[25]

مکہ مکرمہ میں عمل صالح پر اجر عظیم

جس طرح مکہ مکرمہ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنا ایک مقام دیا ہوا ہے، اسی طرح مکہ مکرمہ میں عمل صالح کا اجر بھی بہت زیادہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد الحرام کے علاوہ کہیں بھی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔[26]

اس طرح اور باقی نیکیاں کئی گنا ہیں لیکن ان کی کوئی خاص حد نہیں ہے بلکہ حد اور وضاحت نماز میں آئی ہے۔ جہاں تک باقی اعمال مثلاً روزہ، ذکر واذکار اور قرآن پڑھنا کا تعلق ہے میں کسی مقررہ متن کے بارے میں نہیں جانتا جو کسی خاص تضعیف کی نشاندہی کرتا ہو، بلکہ جملے میں ثواب کو دوگنا کرنے کا ثبوت ہے اور اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔[27]

مکہ مکرمہ میں کسی بھی نیک عمل کا ثواب مکہ کے علاوہ دیگر مقامات کے عمل سے افضل ہے نماز کے علاوہ باقی اعمال کے درجات کے متعلق کچھ اور اقوال بھی ہیں، جیسا کہ علامہ ابن باز رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں رقمطراز ہیں: بلکہ ساری عبادات میں، حدیثِ صحیح یا حسن کے مطابق حدودِ حرم کی ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔[28]

اسی طرح ایک اور قول ہے حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس نے حرم میں روزہ رکھا اس کے لیے ایک لاکھ روزے لکھے جائیں گے اور جس نے اس میں ایک درہم صدقہ کیا اس کے لیے ایک لاکھ درہم صدقہ لکھے جائیں گے۔[29]

مکہ مکرمہ میں سیلاب

اس شہر مکرمہ میں متعدد بار سیلاب آیا ہے، حالانکہ مکہ مکرمہ میں کوئی دریا سمندر نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی سیلاب آیا تھا، جس کی وجہ سے کافی نقصان پہنچا تھا، جب کہ اس سیلاب کے بعد قبیلہ جرہم کے لوگوں نے دوبارہ تعمیرات کیں، اسلامی دور کے بعد پہلی دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مکہ مکرمہ میں سیلاب

آیا تھا،اس سیلاب نے ام نہشل کے نام سے شہرت پائی۔[30] اسی طرح 80ہجری میں خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں سیلاب آیا تھا، جس کی وجہ سے بہت سارے گھروں کو پانی نے نقصان دیا تھا، کچھ لوگ منیٰ چلے گئے تھے، جب کہ کچھ سیلاب کی وجہ سے وفات پاگئے تھے۔[31]

مکہ مکرمہ کے اہم ترین اسواق

جاہلیت کے دور میں مکہ مکرمہ میں کچھ اہم ترین اسواق تھے، جن میں "ذوالمجاز" "عکاظ" اور "مجنہ" کافی مشہور ہیں اور ان کی شہرت کی وجہ بھی یہ تھی کہ اسواق موسم حج میں مکہ مکرمہ کے قرب وجوار میں یکے بعد دیگرے منعقد ہوتے تھے۔ ذوالمجاز کاانعقاد ذی الحجہ کے پہلے ہفتے میں ہوتا تھا، جبکہ سوق مجنہ اور عکاظ ذوالقعدہ کے وسط سے آخر تک ہوتا تھا اوران تینوں اسواق میں سب سے بڑی اہمیت "عکاظ" کو حاصل ہے اسے دور جاہلیت کا سب سے بڑا سوق بھی کہا جاتا ہے۔[32]

خلاصہ

رب ذوالجلال نے مکہ کے ان سنگلاخ اور ناہموار چٹانوں کو عنبر فشاں اور گوہر نایاب بنایا،مکۃالمکرمہ کی یہ شان ہے کہ اس کی تعظیم و تکریم کسی خاص قوم یا جماعت ہی کا حصہ نہیں بلکہ ہمیشہ سے دنیا میں اس کی تعظیم وتکریم ہوتی چلی آئی ہے، بلکہ تمام لوگ انس وجن سب اس کی تعظیم کرتے ہیں،لوگوں کے دل خود بخود اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ دور قدیم میں مکہ مکرمہ ایک بہت بڑا تجارتی مرکز بھی رہا ہے، جو بحر اوقیانوس کو جنوبی عرب مشرقی افریقہ اور جنوبی ایشیاء سے ملاتا تھا،مکہ کو شاہراہ تجارت پر مرکزیت اس وجہ سے بھی حاصل ہوئی، کہ یہاں آب زم زم کا کنواں تھا، جس میں وافر مقدار میں پانی پایا جاتا ہے۔یمن اور شام کے تجارتی قافلے بھی مکہ سے ہو کر گزرتے تھے۔مکہ معظمہ تمام روئے زمین میں سب سے افضل اور باعظمت اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین جگہ ہے،زمانہ قدیم اور جدید دونوں میں مکہ مکرمہ کو عزت حاصل رہا ہے اور قیامت تک ہوگا۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو یہ خصوصیت دی ہے کہ ایام حج میں میں یہاں انسانوں کا ایک جم غفیر ہوتا ہے مگر سب سما جاتے ہیں،اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان ہے کہ یہ شہر دور قدیم اور جدید دونوں معظم ومکرم رہا ہے اور قیامت تک رہیگا۔قرآن کریم کی 86 سورتیں اسی شہر مکہ میں نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئیں،روزِ اول سے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعظیم کے پیش نظر اسے حرم قرار دے دیا تھا۔کہ مکرمہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ باہمی ملاقات وتعلقات کی آماجگاہ مسلمانوں کا قبلہ اوران کی دلی محبت کا مرکز ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی حرمت تاقیامت برقرار رکھی ہے۔

(References)

1۔ محمد شفیع، مفتی اعظم پاکستان، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، 2017، ج2، ص116

2۔ سورۃ آل عمران: 96

3۔ ابن خلدون، علامہ عبدالرحمن، تاریخ ابن خلدون، مترجم: مولانا عبدالرحمن، گل گرافکس، لاہور، ج1، ص335

4۔ دہلوی، خان بہادر، ذکاءاللہ، تاریخ ہندوستان، مشتاق بُک کارنر لاہور، 2003ء، ج1، ص81-82

5۔ الشیبانی، ابو عبد اللہ محمد بن حسن، المعروف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، کتاب الاثار، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، ص182

6۔ سورۃ الروم: 30

7۔ عثمانی شبیر احمد، علامہ، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت کراچی 2014ء، ج1، ص639

8۔ ندوی، سید سلیمان، تاریخ ارض القرآن، انار کلی بازار لاہور، 1999ء، ص219

9۔ النسفی، ابی البرکات، عبداللہ بن احمد بن محمود، تفسیر مدارک (اردو)، مکتبۃ العلم، لاہور، 2012ء، ج2، ص96

10۔ سورۃ ابراھیم: 35

11۔ محمد نعیم، مولانا، (مترجم) تفسیر کمالین شرح تفسیر جلالین، ، دارالاشاعت کراچی 2015ء، ج03، ص176

12۔ سورۃ ابراھیم: 37

13۔ ابن کثیر، ابوالفداء، حافظ عمادالدین، تفسیر ابن کثیر، دارالسلام، لاہور 2011ء، ج03، ص243

14۔ الترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، باب فضل مکہ، حمید برادرز، کراچی، 1998ء، ج3، ص564

15۔ تاریخ وفضائل مکۃالمکرمہ، ص64

16۔ الطبرانی، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد، المعجم الصغیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج10، ص329

17۔ سورۃ البلد: 1-2

18۔ الرازی، امام فخرالدین، تفسیر کبیر، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ 2006ء، ج11، ص164

19۔ دہلوی، محمد عبدالحق، مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ)، ضیاءالقرآن پبلیکشنز، لاہور 2009ء، ج01، ص25

20۔ الکردی، محمد طاہر، تاریخ القویم، المرکزالتحقیقات، بیروت، 1987ء، ج02، ص07

21۔ تفسیر ابن کثیر، ج01، ص383

22۔ جرہم نامی قبیلہ عرب کا ایک پرانا اور مشہور قبیلہ تھا، اس قبیلے کے مورث اعلیٰ کا اپنا نام جرح تھا۔ تاریخ کی کتابوں میں اس لفظ کے مختلف املاء ملتے ہیں، جیسے شرح، سرح، جرح، اور زہران بھی ملتا ہے۔ جرہم کا ہزرم بھی تھا، جرہم کا نسب نامہ یہ بیان کیا جاتا ہے جرھم بن عامر بن سبا بن یقطن بن عابر بن شالخ بن اُرفخشد بن سام بن نوح ہے۔ سر سید احمد خان، مقالات سر سید، مرتبہ محمد اسماعیل پانی پتی، جون 1992ء، جلد 11، صفحہ 81

23۔ القرمانی،احمد بن یوسف،اخبار الدول وآثار الاول فی التاریخ،عالم الکتب،بیروت،2011ء ،ج01،ص32

24۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ، ابوالقاسم،الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویہ،دارالکتب العلمیہ،1996ء،ج01، ص14

25۔ تاریخ وفضائل مکۃ المکرمہ،ص354

26۔ ازہری،عبدالکریم،مسند الامام احمد بن حنبل،دارالمنہاج،بیروت،2008ء ،ج02،ص277

27۔ ابن باز،عبدالعزیز بن عبداللہ، مجموع فتاوی ابن باز،دار ابن الجوزی،الدمام2004ء ،ج03،ص388

28۔ الشافعی،علامہ،احمد بن محمد بن علی،الفتاوی الفقہیۃ الکبری،دارالکتب العلمیہ،بیروت،لبنان،ج02،ص91

29۔ الفاکھی،المکی،محمد بن اسحاق بن العباس،اخبار مکہ فی قدیم الدہر وحدیثہ،دارخضر،بیروت،1994ء ،ج02،ص292

30۔ تاریخ القویم،ج02،ص201

31۔ عبدالمعبود،محمد،تاریخ مکۃ المکرمہ،مکتبہ رحمانیہ،لاہور،1999ء ،ج01،ص356

32۔ رضوی،خورشید،ڈاکٹر،عربی ادب قبل از اسلام ،ادارہ اسلامیات،انارکلی، لاہور،ج01،ص137